4814CH11

ابنِ انشا جرمنی میں

انگلستان کو چھوڑ کر یورپ کے جس ملک میں بھی ہم جائیں زبان کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے، ہمارے لیے نہیں، اس ملک کے لوگوں کے لیے کیونکہ ہم تو اپنا منشا انگریزی میں بخوبی ادا کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ یہ سچ ہے کبھی کبھی انگلستان والے بھی ہماری انگریزی سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں لیکن ایسا فقط کبھی کبھی ہوتا ہے۔ لندن میں ہم نے جب کبھی کنگھا خریدنا چاہا، خرید لیا۔ ہمبرگ میں نہیں خرید سکے۔

ہمبرگ میں اس روز بہت تیز ہوا چل رہی تھی اور ہمیں ایک پبلشر سے ملنے شہر سے دور ایک قصبے میں ریل سے جانا تھا۔ ہمبرگ میں عام بڑی ریلوے کے علاوہ دو طرح کی شہری ریلیں چلتی

© NCERT not to be republished

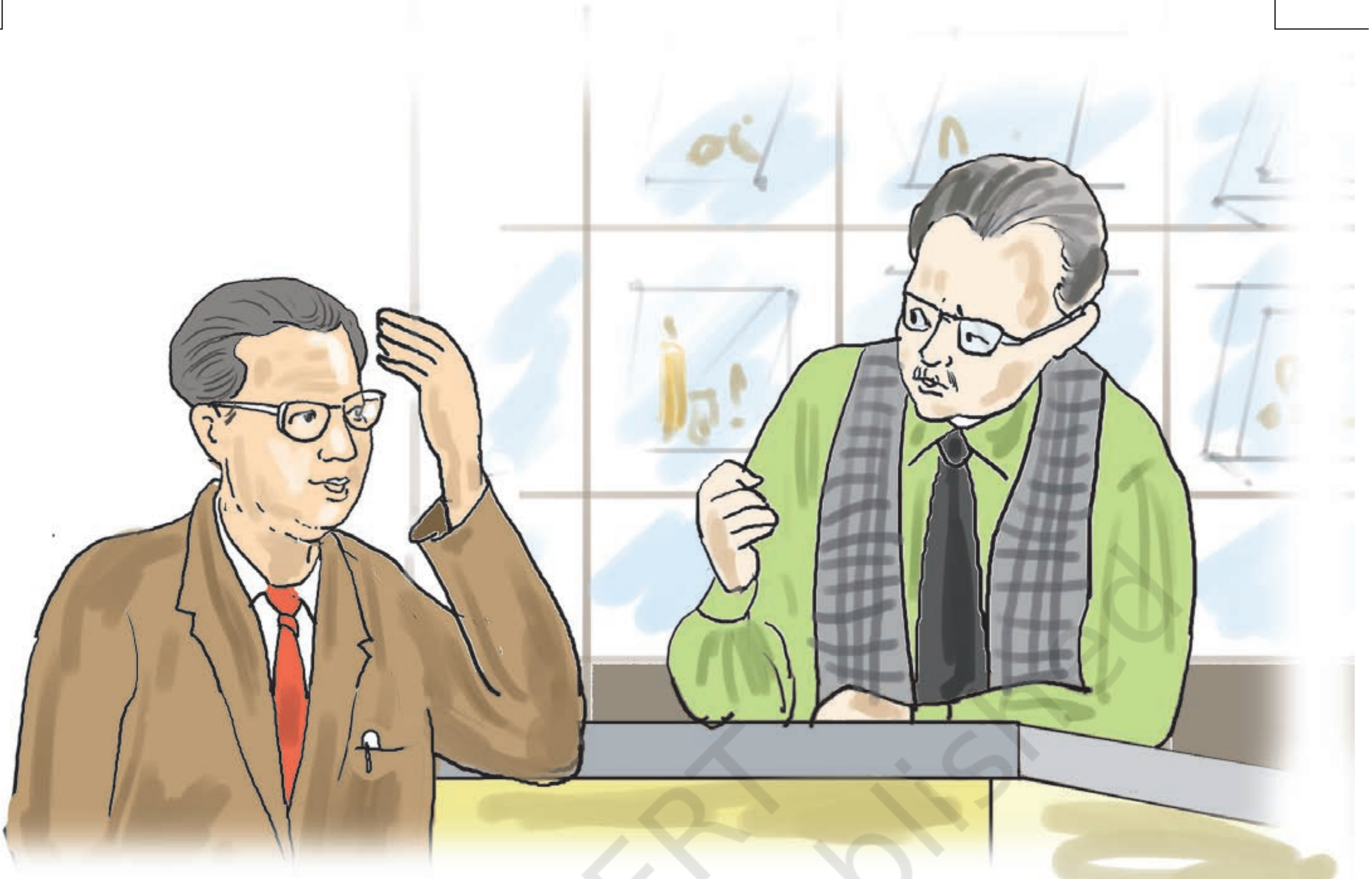

ہیں۔ ایک یو(U) بان یعنی انڈر گراؤنڈ اور دوسری ایس (S) بان یعنی زمین کی سطح سے ایک منزل اوپر چلنے والی۔ ہم نے اپنے سفرنامے، آوارہ گرد کی ڈائری، میں برلن کی S بان کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اس سے ہم اور مولوی محبوب عالم ''پیسہ'' اخبار والے سفر کرتے رہے ہیں۔ وہ 1900 میں، ہم 1967 میں۔ تو یہ ذکر S بان کے اسٹیشن کا ہے۔ اور ہمبرگ میں ہوا کے چلنے کا ہے جس کی وجہ سے ہمارے گیسو بے طرح پریشان ہو رہے تھے۔ ہمیں اپنے دوست مشتاق احمد یوسفی پر رشک آیا کہ کتنی بھی ہوا چلے ان کو ایسے پرابلم پیش نہیں آتے۔ ہمارے ترجمان مسٹر کیدر لین تو ٹکٹ لینے چلے گئے۔ ہم نے ایک دکان پر کنگھا خریدنا شروع کیا اور خریدتے چلے گئے۔

COMB تو خیر وہ کیا سمجھتا۔ ہم نے اپنے بالوں میں انگلیوں سے کنگھا کر کے دکھایا۔ اس نے پہلے کریم کی ایک شیشی پیش کی۔ ہم نے رد کر دی تو شیمپو کی ایک ٹیوب دکھائی۔ اس پر ہم نے ہامی نہ بھری تو وہ بالوں کی ایک وِگ دکھانے لگا۔ ہم نے بالوں کی پٹیاں ہاتھ سے جما کر دکھائیں۔ ٹیڑھی مانگ نکالی۔ سیدھی مانگ نکالی۔ لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ جانے وہ اپنے کنگھے اور دوسرے سامان کیسے بیچتا ہوگا۔ اتنے میں مسٹر کیدر لین آ گئے اور نہ کوئی لفظ کہا، اور دُکاندار نے جھٹ بہت سارے کنگھے نکال کر سامنے رکھ دیے۔

© NCERT not to be republished

آج کی سنیے کہ دم تحریر ہم برلن اور ہمبرگ اور میونخ وغیرہ کو بھگتا کر دوبارہ فرنیکفرٹ میں فروکش ہیں۔ اتوار کا دن ہے اور عین اس وقت بھی گرجا کا گھنٹہ بج رہا ہے۔ صبح اٹھ کر ہم نے شیو کا سامان نکالا اور صابن لگایا۔ بلیڈ تلاش کیے تو ندارد۔ سوٹ کیس کا کونہ کونہ چھان مارا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر صابن پوچھا۔ بال بنائے۔ سوٹ پہنا اور نیچے کونٹر پر گئے اور پوچھا۔ بلیڈ کہاں خریدے جا سکتے ہیں۔ اس بھلے آدمی نے جانے کیا سمجھا۔ بولا ''اچھا تو آپ جا رہے ہیں، آپ کا بل بنا دوں۔'' ہم نے کہا۔ نہیں بھائی۔ ہماری صورت سے اتنے بیزار کیوں ہو رہے ہو۔ ہم فقط شیو کرنا چاہتے ہیں۔ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بتایا۔ بولا اچھا اچھا۔ لیکن آج تو سب دکانیں بند ہیں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ریلوے اسٹیشن جاؤ اور قسمت آزماؤ۔ غنیمت ہوا کہ یہ ہوٹل جسے ہم ''ہوٹل جینسر گوٹ'' کہتے ہیں کیونکہ اس کا نام ہوٹل شیشر ہوف یاد رکھنے کی اور کوئی ترکیب نہیں۔ اسٹیشن سے فقط پندرہ بیس منٹ کی راہ پر واقع ہے۔ چنانچہ ہم نے صبح کی ٹھنڈ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُدھر کا رخ کیا۔ اس وقت نو بجنے کو تھے۔ لیکن سڑک پر نہ آدم نہ آدم زاد۔ سارا اسٹیشن گھوم گئے۔ مٹھائی کی دکانیں کھلی تھی۔ ناشتے والے تھے۔ اخبار والے تھے۔ تمباکو اور سگریٹ والے تھے۔ لیکن ہمارے مطلب کی چیز بیچنے والا کوئی نہ تھا۔ ہم مایوس ہو رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ اچھا داڑھی بڑھا لیں گے۔ آجکل فیشن میں داخل ہے لیکن اتنے میں ایک کولکی نظر آئی۔ کنگھے والے تجربے کی وجہ سے اب کے ہم اپنی زبان دانی پر دھار رکھ کر گئے تھے۔ نہ صرف ڈکشنری سے بلیڈ کا ترجمہ دیکھ لیا تھا BLATT بلکہ یہ بھی یاد کر لیا تھا کہ شیو کرنے کو کیا کہتے ہیں RASIEREN کم پڑھے لکھے لوگوں کو معلوم رہے کہ ریزر کا لفظ یہیں سے نکلا ہے۔ یا پھر یہ ریزر میں سے نکلا ہوگا۔ وہاں کھڑکی خالی تھی لیکن اتنے میں ایک بڑی بی آ ہی گئیں۔ ہم نے پہلے BLATT کہا۔ پھر RASIEREN اور پھر داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ بولیں ?YOU MEAN BLADE اور بلیڈوں کا پیکٹ اٹھا کر دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بیچاری کو جرمن نہیں آتی تھی۔ صرف انگریزی آتی تھی۔ ہماری طرح دونوں زبانوں پر قادر معلوم نہیں ہوتی تھی۔

کل شام ٹیکسی والے نے ہمارے گتن تاگ کے جواب میں بڑے صحیح مخرج سے گڈ ایوننگ کہا اور پھر انگریزی بولنی شروع کر دی۔ ہم نے کہا میاں خوب انگریزی بولتے ہو۔ ہمارے مقابلے کی نہ سہی پھر بھی خاصی اچھی

ہے۔ بولا۔ جی میں لندن کا رہنے والا ہوں۔ یہاں ٹیکسی چلاتا ہوں۔ انڈیا میں بھی رہا ہوں۔ آپ کہاں کے ہیں؟ ہم نے پاکستان اور کراچی کا نام لیا۔ بولا۔ لاہور بڑا خوبصورت شہر ہے۔ ہم نے کہا، کیسے معلوم ہوا؟ بولا۔ میں چھ سال تک اٹا کی کیمپ میں رہا ہوں جو لاہور اور امرزہ کے درمیان واقع ہے۔ اٹا کی اور امرزہ تو ہماری سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن مزید تفصیل یہ معلوم ہوئی کہ وہ 1920 سے 1926 تک وہاں رہے۔ فوج میں میجر تھے۔ ہم نے کہا (اردو میں) کیا اردو بولتے ہو؟ اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ ہم نے انگریزی میں یہی سوال کیا تو بولا۔ ہم آفیسر تھا اور برٹش آرمی میں تھا۔ ہمارا چھوٹا لوگ، سپاہی لوگ NATIVES سے ملتا تھا۔ ہم نہیں ملتا تھا۔ آخر ہم نے کہا۔ تمہارے کیمپ کا نام ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اٹا کی تو کوئی جگہ نہیں، اٹاری ہو شاید۔ بولا، ہاں اٹاری اٹاری۔ امرزہ کے بارے میں بھی ہم نے کہا۔ یہ امرتسر کی خرابی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے تصدیق کی۔ یہ میجر تھامس صاحب جورُو نہ جاتا اللہ میاں سے ناتا۔ بس تنہا یہاں رہتے ہیں۔ سال دو سال میں لندن بھی ہو آتے ہیں۔ بولے میرے لیے سب جگہیں برابر ہیں۔ میں انڈیا میں رہا۔ فلسطین میں رہا۔ جرمن جانتا ہوں، فرنچ جانتا ہوں۔ اٹالین جانتا ہوں، ہسپانوی جانتا ہوں، ہم نے کہا۔ اچھا میجر صاحب ہماری منزل آ گئی ہمیں اتاریئے۔ ہم نے میجر صاحب کو تھوڑی سی بخشش بھی دی اور انھوں نے تھینک یو کہا۔

میونخ میں جو بی بی ہمارے پلّے پڑیں وہ بہت شائستہ اور نستعلیق تھیں۔ پلّے پڑنا کا لفظ تو خیر بہت وسیع مفہوم

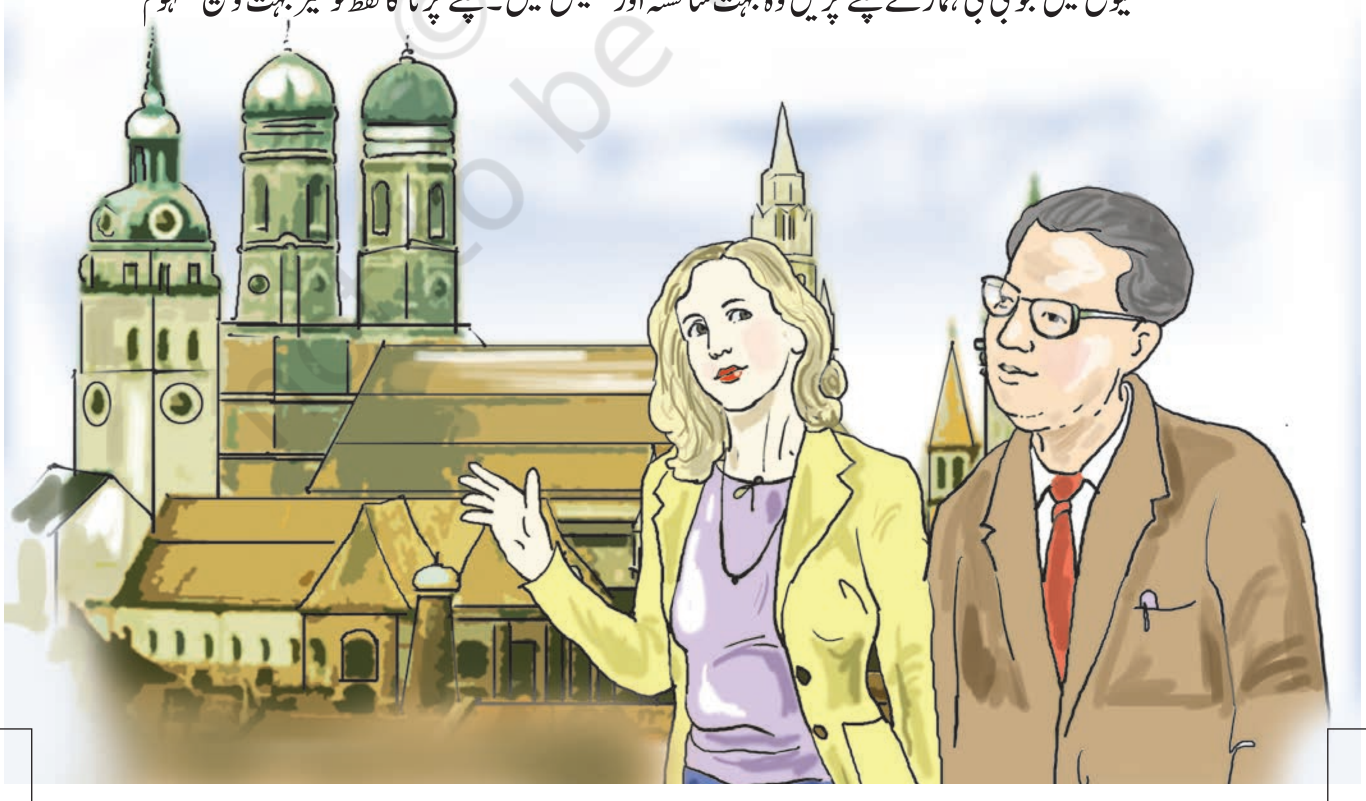

© NCERT not to be republished

رکھتا ہے اور کئی غلط فہمیوں کو جنم دے سکتا ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ساتھ بطور گائیڈ تھیں اور تو بہت کچھ جانتی تھیں حتیٰ کہ ہمارے ملک کا نام بھی سُن رکھا تھا۔لیکن ہماری زبان کا نام سن کر ہنسیں۔ بولیں۔ اُرندو؟ ہم نے تصحیح کی کہ ارندو نہیں اُردو۔کوئی تین دن کے بعد ان کو یہ نام یاد ہوا۔ہم نے ان کو مختصر الفاظ میں بتایا کہ کروڑوں آدمیوں کی اس زبان کے عظیم ادب میں ہمارا کیا مقام ہے۔ کیسے ہمیں وہاں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ کیسے ہمارے ملک کی گوریاں ہمارے آنے کی خبر سن کر قطار در قطار کھڑی ہو جاتی ہیں۔انکسار اچھی چیز ہے لیکن ہر چیز کا حتیٰ کہ انکسار کا بھی کوئی موقع محل ہوتا ہے۔ ہم نے موصوفہ سے کہا۔تم اپنے حساب سے یوں سمجھ لو کہ جیسے جرمن ادب میں گوئٹے ہے کچھ ایسے ہی اردو ادب میں ہم ہیں۔فیضؔ کے دو تین اشعار کا ترجمہ بھی سنایا کہ یہ ہمارا نمونۂ کلام ہے۔ بہت خوش ہوئیں اور بس انھیں خوش کرنا ہی ہمارا مقصد تھا۔فیضؔ صاحب روس وغیرہ میں ہمارے اشعار اپنے نام سے پڑھ کر رنگ جمانا چاہیں تو ہماری طرف سے اجازت ہے۔

(ابنِ انشا)

معنی یاد کیجیے

فروکش ہونا	:	قیام کرنا، اُترنا
ندارد	:	کسی کا بالکل نہ ہونا
غنیمت	:	بچی ہوئی چیز جو کارآمد ہو
مایوس	:	ناامید
قطار	:	صف، لائن
موصوف	:	جس کی صفت بیان کی جائے
انکسار	:	خاکسار
فیض	:	فائدہ

© NCERT not to be republished

سوچیے اور بتائیے۔

1. ابنِ انشا کہاں گئے ہوئے تھے؟
2. ابنِ انشا نے کنگھا خریدنے کے لیے کیا کیا اشارے کیے؟
3. ٹیکسی ڈرائیور کون تھا اور وہ کون کون سی زبانیں جانتا تھا؟
4. بڑی بی نے بلیڈ خریدتے وقت ابنِ انشا کی کیا مدد کی؟
5. ابنِ انشا نے میونخ میں خاتون کو کس طرح خوش کیا؟

خالی جگہوں کو صحیح لفظ سے بھریے۔

COMB تو خیر وہ کیا سمجھتا۔ ہم نے بالوں میں انگلیوں سے .... کر کے دکھایا۔ اس نے پہلے .... کی ایک شیشی پیش کی۔ ہم نے رد کر دی تو .... کی ایک ٹیوب دکھائی۔ اس پر ہم نے .... نہ بھری تو وہ بالوں کی ایک .... دکھانے لگا۔ ہم نے .... کی پٹیاں ہاتھ سے جما کر دکھائیں۔ .... مانگ نکالی سیدھی مانگ نکالی۔

نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

قطار مقصد مقام شائستہ فروخت

واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے۔

ترکیب دکان انگلیوں تحریریں راہ مٹھائی زبانوں
خرابی خوبیوں خبر

ان لفظوں کے متضاد الفاظ لکھیے۔

بوڑھا ہوشیار خوش مغرب باقاعدہ

بلند آواز سے پڑھیے۔

مخرج قادر موصوف میونخ مختصر فروخت پبلشر فروکش

عملی کام

- اپنے کسی سفر کے بارے میں دس سطروں کا ایک پیراگراف لکھیے۔
- اس سبق میں جن شہروں کا ذکر آیا ہے۔ ان کے نام لکھیے۔

پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے۔

لیٹنا، چلنا، آنا ایسے فعل ہیں، جن کے لیے مفعول کی ضرورت نہیں، یہ فعلِ لازم کہلاتے ہیں۔ لیکن لیٹنا اور چلنا سے ''لٹانا'' اور ''چلانا'' فعل متعدی بن جاتے ہیں۔ یعنی ان کے لیے مفعول کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مندرجہ ذیل میں سے فعل لازم اور متعدی الگ الگ لکھیے۔

نکلنا اترنا بڑھانا پینا موڑنا رونا مارنا کٹنا پھٹنا

غور کرنے کی بات

- ابن انشا اردو کے بہت اچھے شاعر اور نثر نگار تھے۔ ان کی نثر نہایت دلچسپ ہوتی ہے۔ انھوں نے کئی مزے دار سفرنامے لکھے ہیں۔ ان کے سفرناموں کو پڑھتے ہوئے دل میں گدگدی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ان کا سفرنامہ شروع کرنے کے بعد اسے ختم کیے بغیر چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔
- سفرنامہ ایک ایسی بیانیہ تحریر ہے جو سفر کے دوران یا سفر ختم ہونے کے بعد لکھی جاتی ہے۔ سفرنامہ نگار اپنی ڈائری اور حافظے کی بنیاد پر اپنے سفر کے حالات و واقعات اور تجربات و مشاہدات اس قدر تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ پڑھنے والے کی معلومات میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔
- اس سفرنامے میں ابنِ انشا نے جرمنی کے سفر کی داستان بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔

© NCERT not to be republished